حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ (اٹک)

رفاہی فنڈ کا قیام

قرآن و سنت کی روشنی میں

جمعیۃ علماء ہند کے "ادارۃ المباحث الفقہیۃ" کی جانب سے غیر سودی رفاہی اداروں اور سوسائٹیوں کو شریعت اسلامیہ کے مطابق چلانے کے لیے سوالنامہ کے جواب میں لکھی گئی اہم تحریر (ادارہ)

(۱) رفاہی فنڈ کا قیام جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے، قرآن عزیز میں ارشاد فرمایا:۔

تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی (المائدہ ۲) ترجمہ "ایک دوسرے کی مدد کرو نیکی پر اور تقویٰ پر"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی دوسری آیات کی روشنی میں اس البِرّ سے مراد غرباء اور مساکین کی امداد مراد لی ہے۔ (کما فی الاحادیث)

قرآن عزیز نے دوسرے لوگوں کو بھی محتاجوں کی امداد کے لیے ترغیب دینے کا حکم دیا اور اس کی تعلیم نہ کرنے والوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ (الفجر ۱۸) ہرگز نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہ کرتے تھے اور دوسروں کو بھی مسکین کے کھانا کھلانے کی ترغیب نہ دیتے تھے۔

ارشاد نبوی ہے:۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ اغاثۃ اللہفان۔ (مسند ابی حنیفہ ص ۲۱۵، سائز کلاں)

خود سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ مضر کے بھوکے اور نیم برہنہ لوگوں کے لیے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا تو سب نے اپنی اپنی حیثیت بلکہ بعض صحابہؓ نے تو اپنی حیثیت سے بھی زیادہ سامان خوراک اور پوشاک پیش کر دی حتیٰ کہ وہ دو ڈھیروں کی شکل میں جمع ہو گئی، پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں تقسیم فرما دی۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے قبیلہ کو اعزاز بخشتے ہوئے فرمایا ھم منی وانا منھم۔ اور اس کی وجہ یہ فرمائی کہ:۔

"ان میں جب کوئی نادار رہ جاتا ہے تو باقی لوگ اپنے غلے وغیرہ جمع کر کے آپس میں برابر تقسیم کر لیتے ہیں" (ترجمۃ الاحادیث)

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ تین سو صحابہ کرامؓ کے ساتھ جہاد پر تھے، زاد راہ بعض کے پاس نہ رہا تو آپ نے سب کو حکم دیا کہ اپنا اپنا سامان خورد و نوش لے آئیں، جمع کر کے سب میں برابر تقسیم کر دیا۔

اسی طرح کے کئی دیگر واقعات رفاہی فنڈ کی اساس ہیں اور ادھر توجہ نہ کرنے والوں کے لیے وعید بھی وارد ہے۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:۔

"جہاں ایک آدمی بھوک سے مرجائے گا تو اس جگہ کے اردگرد بیس میل تک رہنے والوں سے قیامت کے دن بازپرس ہوگی۔" (تکملہ مجمع البحار از محدث محمد طاہر پٹنی ص۵۰۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے کہ:۔

"اللہ تعالیٰ نے مالدار لوگوں پر فرض کیا ہے کہ وہ اپنے اموال سے فقراء کی امداد کریں، اگر وہ بھوکے اور ننگے رہے اور تکالیف کا شکار ہوگئے تو اس کی ذمہ داری ان مالداروں پر ہوگی اللہ تعالیٰ ان سے اس کا حساب لے گا اور ان کو عذاب دے گا۔" (کتاب الاموال لابی عبیدہ ص۵۹۵)

اس لیے معاملات کے کئی احکام میں بعض شروط کی کمی بیشی کے باوجود بھی ان کو جائز رکھا گیا ہے جیسا کہ بیع سلم یا اجارہ۔ اس لیے کہ: حاجة الناس اصل فی تشریع العقود فتشرعت لترتفع الحاجة۔" (الجواہر المنیفہ فی فقہ ابی حنیفہ ص۱۰۷)

اسی سلسلے میں بیع من یزید بھی ہے ـــــ چنانچہ امانت کو غنیؒ فرمایا اور اس کو بھی البر میں شمار کیا، فقہاء کرام نے فرمایا ہے: الامانة مندوبة لقوله تعالیٰ: تعاونوا علی البر والتقویٰ۔ (الجواہر جلد ۲ ص۶۶)

(۲) **اس فنڈ میں رقم جمع کرنے کے ذرائع** | تبرعات، صدقات، خیرات، صدقات واجبہ، نافلہ، امانت۔

ان سب ذرائع کو فنڈ کے خزانہ میں جمع کیا جاسکتا ہے مگر اس کا خیال ضروری ہے کہ ادارہ کو امین سمجھ کر جس طرح جمع کیا جاتا ہے اسی طرح معطی حضرات ادارہ کو وکیل بنادیں تاکہ وہ ان کی طرف سے بطور وکالت ان اشیاء یا رقوم کو خرچ کرسکے، اور فنڈ کے جمع کرنے یا خرچ کرنے میں فنڈ قائم کرنے والی جماعت یا فرد جو قواعد اور ضوابط بہتر سمجھے مرتب کرے بشرطیکہ ان قواعد میں کسی حرام کو حلال یا کسی حلال کو حرام قرار نہ دیا گیا ہو۔ جیسا کہ کتابت الدین کی تفسیر میں علامہ مراغی نے فرمایا ہے کہ:۔

وهذا قاعدة من قواعد الاقتصاد فی العصر الحدیث فکل المعاملات والمعاوضات لها دفاتر خاصه تذکر فیها مواقیتها والمحاکم ادلة فی الاثبات۔ (تفسیر سورة البقرہ ص۷۵)

اور کتابت، شہادت، رہن کی بھی یہی حکمت نافعہ ہے۔ علامہ جیون نے فرمایا ہے:۔

لان الاستیثاق بالکتابة والشهود والرهن اصلاح ذات البین ونفی التنازع والاختلاف وفیه صلاح الدین والدنیا وفی ترکه فساد ذات البین وفیه ذهاب الدین والذین۔ (تفسیر احمدی)

اور اس فنڈ کے جمع اور خرچ کرنے کی ایک نظیر دینی مدارس اور دینی ادارے ہیں جو اسی طرح کے عمومی چندوں سے چل رہے ہیں۔

(۳) رقم امانت جمع کرانے والوں سے اجرائے کھاتہ کے لیے پاس بک کی قیمت لینا اس طرح درست ہے کہ اجرائے کھاتہ کے لیے ٹکٹ بنائے جائیں اور ان ٹکٹوں کی قیمت امانت جمع کرانے والوں سے معمولی اور ضروری طور پر لی جائے کیونکہ یہ رقم ایک تو دفتری کاموں میں آئے گی کسی شخص کے ذاتی کام کے لیے نہ ہوگی اور دوسرا امانت رکھنے والے کے لیے بطور سند اور دلیل کے ہوگی، اسی طرح اجرائے کھاتہ تحریر کرنے والے کی اجرت بھی عطا ہو سکے گی۔

از کفایۃ المفتی جلد ۸ صفحہ ۱۰۲ ، از دستور القضاۃ لمحمد بن احمد التبریزی المعروف بہ عماد ——— قال قال قاضیخان اجرۃ المسجل علی من استاجر الکاتب وان لم یامرہ احد فعلی الذی یاخذ السجل

ف :۔ علامہ شامیؒ نے فرمایا ہے: قاضیخان من اھل التصحیح والترجیح۔ (شامی جلد ۴ صفحہ ۲۷۶)

(۴) قرض لینے والوں سے کوئی بھی حق الخدمت لینا درست نہیں، اگر وہ حق الخدمت ادا کر سکیں تو قرض کیوں لیں، البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ :۔

(الف) قرض لینے والے قرض ادا کرتے وقت اصل رقم دے کر مزید کچھ رقم ادا کر دیں مگر نہ ادارہ کی اور نہ قرض لینے والے کی یہ نیت ہو، جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قرض لینے والے کو احسنہم قضاء ہونا چاہیے جس پر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے عمل مبارک میں احادیث موجود ہیں۔

اور امام محمدؒ نے مؤطا میں فرمایا وبھذا ناخذ۔ قال شعبۃ سالت الحکم وحماداً عن رجل یقبض (یقرض) دراھم فیرد علیہ خیراً منھا قال اذا کان لیس بنیۃ فلا باس۔ (المصنف جلد ۸ صفحہ ۱۴۰)

(ب) جب رفاہی فنڈ سے قرض لینے والے نے اپنا کارخانہ چلایا، روزگار کا ذریعہ بنایا، یا کسی نادار لڑکے نے اس قرض سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر لی اور اب اسے اچھی ملازمت مل گئی تو یہ لوگ از خود ھَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (الرحمٰن ۶۰) پر عمل کرتے ہوئے اس رفاہی ادارہ کے لیے ماہانہ یا یکمشت گاہ بگاہ عطیات دیتے رہیں تو اس سے یہ ادارہ زیادہ ترقی کر سکتا ہے۔

(۵) اگر سرمایہ جمع کرانے والوں کی اجازت ہو تو بطور وکیل کے تجارت کر سکتا ہے اور جو منافع ہو وہ اسی ادارہ میں جمع ہوگا۔ البتہ امانت میں تو بلا اجازت بھی تجارت کر سکتا ہے، سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے الامانۃ غنیٰ فرمایا۔ مولانا حفظ الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ :۔

"جب امانت دار آدمی کی امانت مشہور ہو جائے گی تو لوگ کثرت سے اپنا زیادہ مال اس کی امانت میں دیں گے اور اس طرح یہ معاملات اس کی مالداری اور اقتصادی ترقی کا سبب ہو جائیں گے۔"

(اسلام کا اقتصادی نظام صفحہ ۳۲۹)

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :-

"اگر کسی امانت سے کوئی کاروبار کرے اس کی اجازت سے تو نفع بالکل حلال ہے اور اگر بلا اجازت بھی کرے تو جائز ہے مگر بہتر نہیں" (فتاویٰ دارالعلوم ص ۶۴۸ / امداد الفتاویٰ جلد ۳ ص ۳۲۵)

بلکہ یہ بہتر ہے کہ اس فنڈ میں جمع امانت کو کاروبار میں لگا دے، جس طرح یتامیٰ کا مال جو وصی کے پاس ہے کاروبار میں لگا کر اس کی آمدنی سے یتامیٰ کی تربیت کر سکتا ہے تاکہ اُن کے بالغ ہونے تک مال میں کمی نہ ہو بلکہ بڑھتا رہے۔ جیسا کہ المصنف میں ایک باب بعنوان باب کیف یضع بمال الیتیم کے ضمن میں مندرجہ ذیل روایت نقل کی ہے :-

"ان ابن عمر کان عند مال یتیم فیستلفها لیحرزها من الهلاك وهو یودی زکوتها من اموالهم وفی روایة اموال الیتامیٰ" (المصنف ج ۴ ص ۱۷۰)

(۶) بوقت ضرورت رہن رکھنا اور اس پر رقم لینا درست ہے | "دلیل شرعیته قوله تعالیٰ: فَرِهَانٌ مَّقْبُوضَةٌ۔ الآیة والسنة انه علیه الصلوٰة والسلام رهن درعه عند ابی الشحم الیهودی بالمدینة وبُعِثَ علیه الصلوٰة والسلام والناس یتعاملونه فاقرهم علیه وعلیه الاجماع" (فتاویٰ خزانة المفتین، قلمی، ص ۶۰۲)

اسی طرح اشیاء مرہونہ کی حفاظت وکرایہ وغیرہ کے بارہ میں فرمایا :-

"واجرة البیت الذی یحفظ فیه الرهن علی المرتهن وکذا اجرة الحافظ واجرة الراعی ونفقة الرهن علی الراهن والاصل ان ما یحتاج الیه لمصلحة الرهن وبتقیته فهو علی الراهن سواء کان الرهن فضل او لم یکن اھ

(فتاوی خزانة المفتین، قلمی، ص ۶۰۳)

البتہ انتفاع بالرہن اجماعاً حرام ہے اور یہ سود کے ضمن میں آتا ہے۔ شاید اسی حکمت کی وجہ سے اجازت رہن دیتے ہوئے ارشاد فرمایا وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهُ (بقرہ ۲۸۳) یعنی اس کا پالنے والا اللہ تعالیٰ ہے یہ مال نہیں، اس لیے مرہونہ شئے سے فائدہ نہ اٹھائے۔ صرف ایک صورت جائز ہے اور وہ یہ کہ اگر کسی نے اپنا کھیت یا باغ رہن رکھا ہو تو اس سے حاصل شدہ غلہ پھل وغیرہ کی قیمت کو زر رہن میں سے وصول کرتا رہے۔ (کما افادہ فی الفتاویٰ الرشیدیہ وغیرہ) مثلاً اگر ایک کھیت ایک ہزار میں رہن رکھا اور اس پر قبضہ کر کے کاشت کر لیا، اس سے غلہ اور بھوسہ وغیرہ ایک ہزار کا حاصل ہوا، اب یہ رقم وصول ہو گئی اور رہن فک ہو گئی، ویسے دوسرے کسی طریقہ پر انتفاع من المرہون ناجائز ہے۔

بقیہ سوالات کے اجمالی جوابات عرض ہیں:۔

(الف) اگر راہن نے کچھ چیز رہن رکھ کر رقم یا اور کوئی چیز لی اور ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ اگر مقررہ وقت تک رقم ادا نہ کی تو اس مرہونہ شئے کو فروخت کر دے گا۔ اگر مقررہ وقت پر رقم ادا نہ کی تو:۔

لہ بیع الرّہن لان الوکالۃ مما لا یبطلہ تعلیقہ بالشرط وللوکیل البیع بما عزّوھان و بای ثمن کان عند الامام الاعظمؒ ۔ (فتاوی السعدیہ از السیّد اسعد مفتی المدینۃ المنورۃ سابقا ج ۲ ص ۳۹۴)

(ب) رفاہی فنڈ کی ضروریات کے لیے کاغذ کی قیمت بڑھانا درست ہے۔ اسی طرح رفاہی فنڈ اگر فارم کے لیے ٹکٹ تیار کرے تو اس کا فروخت کرنا بھی جائز ہے۔ (کفایۃ المفتی جلد ۸ ص ۱۰۲-۱۰۴)

کاغذ کی قیمت کا دار و مدار اس کی حیثیت پر ہے۔ اسٹامپ اور ڈاک کے سرکاری ٹکٹ وغیرہ اسی ضمن میں ہیں۔ وہ رفاہی فنڈ جو قوم کی امانت ہے۔ اس کی حفاظت کے لیے ایسے طریقے وضع کرنے جن سے وہ فنڈ مستحکم اور محفوظ رہے، درست ہے لان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ جب تک کسی حرام کو حلال اور کسی حلال کو حرام کرنے کی طرف مفضی نہ ہوں۔

(ج) اگر ادارہ سے قرض لینے والا نہ قرض ادا کرے نہ تجدید معاہدہ کرے بلکہ منکر ہو جائے تو اس کے خلاف وقتی حکومت کے قواعد کے مطابق چارہ جوئی کی جائے گی، اس لیے معاہدہ کی تحریر اور وثیقہ لکھتے وقت اس امر کا لحاظ ضروری ہے کہ بوقت ضرورت قانونی طور پر بھی وہ مؤثر ہو سکے۔

(د) جب ایسے انسان کے خلاف چارہ جوئی کی جائے گی تو اصل رقم اور خرچ مقدمہ بھی اسی سے حاصل کیا جائے گا، قرآن عزیز کا ارشاد ہے: وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ (سورۃ الشوریٰ ۴۱)

اسی کی تفسیر میں علماء کرام نے ظالم سے خرچہ مقدمہ وصول کرنے کو جائز قرار دیا ہے:۔

"اپنی اصل رقم لے سکتے ہیں اور مقدمہ بازی کے مصارف واقعیہ بھی لے سکتے ہیں"

(کفایۃ المفتی جلد ۸ صفحہ ۱۰۵)

آخر میں حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ کے ارشاد کو درج کیا جاتا ہے:۔

"یہ کمیٹی اس طرح جائز ہے، اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس میں کوئی محظور شرعی نہیں ہے، اس لیے اس طرح مسلمانوں کی خبرگیری کرنے میں بہت زیادہ ثواب کی امید ہے"

واللہ اعلم بالصواب